QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com



ملتِ ابراہیمی کے احیاء کے لیے حضرت عبدالمطلب کی کاوشیں قرآن کی روشنی میں: ایک تحقیقی مطالعہ

Efforts of Hazrat Abd al-Muṭṭalib for the Revival of Millat-e-Ibrāhimī in the Light of the Qur'ān: An Exploratory Study

Syeda Shumaila Rubab Rizvi
Visiting Lecturer، Institute of Islamic studies, Shah Abdul Latif University Khairpur Mir shumaila.rubab@salu.edu.pk
Muhammad Amjad
Doctoral Candidate, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur amjadali43786@gmail.com

This exploratory study delves into the remarkable efforts of Hazrat Abd al-Muttalib, the revered grandfather of the Holy Prophet Muhammad, in rejuvenating the Millat-e-Ibrahimi, the Abrahamic faith, in pre-Islamic Arabia. This study investigates the pivotal role played by Hazrat Abd al-Muttalib in preserving and strengthening the monotheistic beliefs of his forefathers, Abraham and Ishmael, against the backdrop of a polytheistic society. Drawing from historical accounts, oral traditions, and early Islamic sources, the research uncovers the strategies and initiatives employed by Hazrat Abd al-Muttalib to foster unity among the disparate Arabian tribes and uphold the principles of monotheism.

This study sheds light on a crucial yet often understudied period in Islamic history, exploring the legacy of Hazrat Abd al-Muttalib as a precursor to the prophethood of his grandson, the Holy Prophet Muhammad. By examining his actions and their impact, it provides valuable insights into the early foundations of the Islamic faith and the broader context of religious development in the Arabian Peninsula.

Keywords: Hazrat Abd al-Muṭṭalib, Millat-e-Ibrāhimī, Abrahamic faith, Pre-Islamic Arabia, Monotheism, Revival efforts, Arabian tribes.

تعارف:

حضرت ابرہیم علیہ السلام کی نبوت اور دین حنیف کی رائج کردہ سنتوں پر بنی اسماعیل کاربند رہے۔ ایک بڑے عرصے تک یہ سلسلہ خوش اسلوبی کے ساتھ قائم ورائج رہا۔ لوگ ان کی شریعت پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی بسر کرتے رہے۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلا شخص جس نے دین ابراہیمی میں تبدیلیاں پیدا کیں اور عربوں میں بت پرستی اور دیگر برائیوں کو رواج دیا وہ عمرو بن لحی تھا[1]۔ اس نے بہت ساری خرافات پیدا کیں اور مکروہ بدعتیں رائج کیں۔ ان سب کا کسی مناسب مقام پر جائزہ لیا جائے گا۔ سر دست ہم ان باتوں کو بیان کرتے ہیں جو حضرت عبد المطّلب نے اپنی عقل و فراست اور ہمت و پامردی سے اہلِ عرب میں رائج خرافات و بدعات کو دور کرنے کے لئے "اصول و قواعد" اور جو ضابطۂ حیات مرتب کیا جنہیں تاریخ میں "ضوابطِ مطّلبی" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ان ضوابط کو قرآنِ مجید اور سنتِ نبوی نے بحال رکھا اور آج تک یہ اصلاحات اہلِ اسلام میں رائج ہیں۔ ان کا مطالعہ قرآن کی نظر سے کرنے کی ایک مختصر سعی کرتے ہیں اور اس سے قبل حضرت عبد المطلب کے نام و نسب کے بارے میں جانتے ہیں۔

عبد المطلب کو "شیبۃ الحمد" بھی کہا جاتا ہے۔[2] اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ کثرت کے ساتھ ان کی حمد اور تعریف کرتے تھے کیونکہ مصیبت کے وقت میں قریش کا سہارا تھے اور تمام کاموں میں قریش ان ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ یہ قریش کے معززین میں شامل تھے اور اپنے نیک عمل و کمالات کے سبب قریش کے ایسے سردار تھے کہ جن جیسا کوئی ہم عصر اور حریف نہ تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کو شیبۃ الحمد اس لیے کہا جاتا تھا کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے سر میں شیبہ یعنی سفیدی تھی[3]۔ ایک روایت میں ہی یہ الفاظ ملتے ہیں کہ ان کے سر کا درمیانی حصہ سفید تھا۔ یا پھر انہیں فال نیک کے طور پر شیبہ کہا گیا کہ ان کی عمر اتنی ہوگی کہ وہ سن مکیب یعنی بڑھاپے تک پہنچیں گے۔ یہ بات بھی ملتی ہے کہ ان کا اصل نام عامر تھا[4] اور عمر ایک سو چالیس سال تھی۔[5]

[1] ʻAlī bin Burhān ud-dīn Ḥalbī, Sīrat al-Ḥalbiyah (Qāhirah: Shirkah Maktabah wa Maṭba' Muṣṭafā al-Bābī al-Ḥalbī, 1964 AD), 16/1.

[2] Muḥammad bin Muḥammad ibn e-Syyid un-Nās, ʻOyūn al-Athar Fī Funūn al-Maghāzī wa al-Shamāīl wa al-Siyyar (Beirūt: Dār al-Afāq al-Jadīdah), 1970 AD), 29/1.

[3] Muḥammad bin Jarīr al-Ṭabrī, Tārīkh al-Umam wa al-Mulūk, Translator: Sayyid Muḥammad bin Ibrāhīm Nadvī (Karāchī: Urdu Bazār, 2004 AD), 27/1.

[4] Muḥammad bin Muhammad al-Bāqir Majlsī, Biḥār al-Anwār, 69/15.

[5] Aḥmad bin abī Yaʻqūb, Tārīkh Yaʻqūbī, Translator: Mawlānā Akhtar Fatḥypūrī (Karāchī: Nafīs Academy Urdū Bazār, 1989 AD), 25-29/2.

- Muḥammad bin ʻAlī Ibn e-Shehr Āshūb, Manāqib, Translator: Sayyid Zafar Ḥassan Amrohī (Karāchī: Zafar Shamīm Publications, 2003 AD), 4/1.
- Muḥammad bin Muhammad al-Bāqir Majlsī, Biḥār al-Anwār, 64-8-/15.
  ʻAbdul Malik bin Hishām, Sīrat ibn e- Hishām (Multān: Al-Maktabah al-Fārūqiah, 1977 AD), 97-103/1.

حضرت عبد المطلب کی شخصیت:

جناب عبد المطلب، پر ہیبت اور باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ جناب عبد المطلب کے لیے کعبۃ اللہ کے زیر سایہ فرش بچھایا جاتا تھا۔[6] اور ان کے لڑکے ان کے اس فرش کے اطراف بیٹھے رہتے یہاں تک کہ وہ خود اس کی طرف آتے ان کے بیٹوں میں سے کوئی بھی ان کی عظمت کے خیال سے اس پر نہ بیٹھتا تھا۔

یعقوبی اپنی تاریخ میں عبد المطلب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"و رفض عبادة الاصنام ،و وحد الله عز و جل و فی بالنذر ،و سن سننا نزل القرآن باكثرها۔۔۔۔"

ترجمہ : "انہوں نے بت پرستی کو ترک کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ عز و جل کی وحدانیت کی معرفت حاصل کی، نذر کو پورا کیا اور کئی ایسی سنتیں قائم کیں کہ ان میں سے اکثر قرآن میں نازل ہوئیں۔۔۔"[7]

اس کے بعد ان کی سنتوں کا ذکر کرنے کے بعد کہتا ہے:

"كانت قريش تقول عبد المطلب ابراهيم الثانی۔"

ترجمہ: "قریش عبد المطلب کو ابراہیم ثانی کہتے تھے۔"۔[8]

آپ نے بعض ایسے ضوابط لاگو کروائے جو آپ کی حق پرست شخصیت کو ظاہر کرتے ہیں۔

ضوابطِ مطّلبی درج ذیل ہیں:

1۔ ایفائے نذر۔ 2۔ دیت یعنی خون بہا (ایک سو اونٹ مقرر کرنا)۔ 3۔ محرم عورتوں سے نکاح کی ممانعت۔ 4۔ گھروں میں صرف دروازے سے داخل ہونا۔ 5۔ چور کا ہاتھ کاٹنا۔ 6۔ لڑکی پیدا ہونے پر قتل نہ کرنا۔ 7۔ مباہلہ کرنا۔ 8۔ شراب کو حرام قرار دینا اور اس پر حد لگانا۔ 9۔ زنا کو حرام قرار دینا اور اس کی سزا مقرر کرنا۔ 11۔ قرعہ ڈالنا۔ 12۔ برہنہ حالت میں طوافِ کعبہ کی ممانعت۔ 13۔ پاک کمائی سے حج کرنا۔ 14۔ حرمت کے مہینوں میں فساد و قتال سے گریز۔ 15۔ فاحشہ عورتوں کو مکّہ سے خارج کرنا۔[9]

سیرتِ عبد المطّلب کے اہم گوشے:

حضرت عبد المطّلب کی سیرتِ مبارکہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کے نور سے پیدا شدہ راست مزاجی کا پرتو تھی۔ آپ عرب کے بت پرستی و شرک کے ماحول میں بھی توحید پر کاربند رہے۔ بہت سے علمائے تشیع و اہل تسنن، حضرت عبد المطلب کے توحید اور اللہ تعالیٰ کی یکتائی کی جانب بلانے والے اور ہر قسم کے شرک و بت پرستی کے مخالف کے تھے۔ تاہم بعض مورخین اور سیرت نگاروں کا خیال کے ہے کہ وہ

- ʻAlī bin Ḥussain Masʻūdī, Murawaj uz-Zahab wa Mʻādin ul-Jawhar (Beirūt: Al-Maktabah al-ʻAṣriyah, 2005 AD), 210-216/2.
- Muḥammad bin Jarīr al-Ṭabrī, Tārīkh al-Umam wa al-Mulūk, 27-29/1.

[6] Aḥmad bin abī Yaʻqūb, Tārīkh Yaʻqūbī, 28/2.

[7] Aḥmad bin abī Yaʻqūb, Tārīkh Yaʻqūbī, 28/2.

[8] Aḥmad bin abī Yaʻqūb, Tārīkh Yaʻqūbī, 28/2.

[9] Aḥmad bin abī Yaʻqūb, Tārīkh Yaʻqūbī, 28/2.

عقیدہ توحید کو واضح بیان کرنے میں محتاط روی سے کام لیتے تھے اور مصلحت کی بنا پر شرک اور بت پرستی کے اجتماعات ورسومات میں شریک بھی ہوتے تھے۔ مشہور متاخر عالم مولانا احمد رضا خان نے اپنے کتابچے "شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام" میں حضرت عبد المطلب کو حامل توحید اور حق پرست ثابت کیا ہے۔[10]

آپ کی حیاتِ مبارکہ کے چند اہم کارہائے نمایاں درج ذیل ہیں:

1۔ ایفائے عہد کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں محبوب ترین صاحبزادے حضرت عبد اللہ کی قربانی، جو کہ سنتِ ابراہیم خلیل اللہ ہے۔

2۔ چاہِ زمزم کی دوبارہ کھدائی کرنا اور اس دوران نعرۂ تکبیر بلند کرتے رہنا۔

3۔ اللہ رب العزت کا آپ کی دعا کے بعد ابابیلوں کی فوج بھیج کر کعبہ اللہ کی حفاظت کرنا اور ابرہہ کے لشکر کو برباد کر دینا۔ اس اہم واقعہ کو قرآنِ پاک کی سورۃ الفیل میں بیان کیا گیا ہے۔

4۔ آپ کی دعائے استسقاء کی برکت سے اہلِ عرب کی طویل قحط سالی سے نجات ہوئی۔

ابن سید الناس نے اس کے متعلق مکہ معظمہ کی خشک سالی، قریش پر قحط کے زمانے میں، عبد المطلب کی دعا اور اس کے نتیجے میں بارش برسنے کے واقعات کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے[11] اور اس سلسلے میں قریش کی طرف سے بیان شدہ کچھ اشعار بھی اس نے نقل کیے ہیں۔

بشیبة الحمد اسقی الله بلدتنا　　　و قد فقدنا الکری و اجدوز المطر

ترجمہ : شیبۃ الحمد کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمارے شہر کو سیراب کیا ہے، اور ہماری نیند جاتی رہی تھی، اور بارش، بارش کے زمانے کے ختم ہونے کے بعد بھی برستی رہی

منا من الله بالمیمون طائرة　　　و خیر من بشرت یومابه مضر

ترجمہ : اس مبارک چہرے کی وجہ سے اللہ کا احسان ہم پر ہوا ہے، اور وہ مضر کا بہترین آدمی ہے۔

مبارک الامر یستسقی الغمام به　　　ما فی الانام له عدل ولا خطر

ترجمہ : وہ مبارک ہے، بادل اس سے سیراب ہوتے ہیں، مخلوق میں اس کی نظیر اور ہم پلّہ کوئی نہیں ہے۔[12]

5۔ آپ کی اونٹنی کے پیروں کے نیچے بن جانے والے گڑھے میں چشمۂ آب نمودار ہونا اور لق و دق صحرا میں بھٹکے ہوئے ہزاروں لوگوں کی جانوں کا بچ جانا اور اس معجزے کے باعث آپ کو چاہِ زمزم کا مالک تسلیم کر لیا جانا آپ کی زندگی کا اہم ترین واقعہ ہے۔

6۔ آپ کے نافذ کردہ احکامات "ضوابطِ مطّلبی" کا اسلام میں قرآن و حدیث کے ذریعے برقرار رہنا۔

ذیل میں ان "ضوابط" کا قرآن کی روشنی میں مختصر بیان رقم کیا جاتا ہے۔

---

[10] Mawlānā Aḥmad Raḍā Qādrī, Shamūl al-Islām li-Uṣūl al-Rasūl al-Kirām, Majlis IT Dawat e-Islāmī, https://drive.google.com/file/d/1D86JLe0udcsz-dDD2Ox0e6w2Sy3-YTYs/view

[11] Muḥammad bin Muḥammad ibn e-Syyid un-Nās, 'Oyūn al-Athar Fī Funūn al-Maghāzī wa al-Shamāīl wa al-Siyyar, 50/1.

[12] 'Alī bin Burhān ud-dīn Ḥalbī, Sīrat al-Ḥalbiyah, 182/1.

1۔شراب کی حرمت:

دعوتِ اسلام سے پہلے عرب معاشرے میں بہت سی غلیظ برائیوں میں سے ایک بہت بدترین عادت شراب خوری تھی۔ زن و مرد، پیر و جواں سب اس منحوس کام میں شامل تھے۔ جناب عبدالمطلب نے اس کو ممنوع قرار دیا۔ انہوں نے خود بھی کبھی شراب خوری نہیں کی۔ اس عادت بد کی حرمت کے متعلق احکام تدریجاً نازل ہوئے۔ پہلا حکم سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہے:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ۔[13]

ترجمہ: (اے پیغمبر)لوگ تم سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ ان میں نقصان بڑے ہیں اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان کے نقصان فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں اور یہ بھی تم سے پوچھتے ہیں کہ (خدا کی راہ میں) کون سامال خرچ کریں۔ کہہ دو کہ جو ضرورت سے زیادہ ہو۔ اس طرح خدا تمہارے لئے اپنے احکام کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم سوچو۔

اولاً شراب نوشی سے بے زاری اس کے نفع و نقصان کے تناسب سے دلوائی گئی کہ اہل عقل اس کے نقصان کو دیکھتے ہوئے اس سے باز رہیں۔ بعد ازاں اوقات نماز میں اس سے باز رہنے کی تلقین کی گئی[14] تاکہ راسخ عادت کے اچانک چھوڑ دینے کے حکم سے متنفر نہ ہو جائیں۔ پھر اس کے بعد تیسری مرتبہ شراب کی حرمت کا صریح حکم نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ﴿٩١﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا ۚ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٩٢﴾[15]

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جوا، بت (یا آستانے، اور پانسے) سب گندے اور شیطانی کام ہیں ان سے اجتناب کرو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعہ سے بغض و عداوت ڈالے۔ اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے باز رکھے (روکے)۔ کیا اب تم (ان چیزوں سے) باز آؤ گے؟ ۔اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور (نافرمانی سے) بچتے رہو اور اگر تم نے روگردانی کی تو پھر تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف واضح طور پر (ہمارا پیغام) پہنچا دینا ہے اور بس۔

---

[13] Al-Baqarah, 219:2.

[14] Al-Nisā, 43:4

[15] Al-Mā'idah, 90-92:5.

اس آیت میں واضح طور پر شراب وجوا کو شیطانی عمل قرار دیا گیا اور اس سے اجتناب کی ہدایت کی گئی نیز ان اعمال سیئہ کے اثرات کا نتیجہ یاد الٰہی سے غفلت قرار دے کر اس سے باز آجانے اور اس معاملے میں اطاعت خدا و رسول کا حکم دیا گیا ہے۔

2۔چور کا ہاتھ کاٹنا:

حد سرقہ یعنی چوری پر قطع ید کا حکم حضرت عبد المطلب نے نافذ کروایا۔ اس حکم کو اسلام میں برقرار رکھا گیا۔ پس ارشاد باری تعالی ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٣٨﴾ فَمَن تَابَ مِن بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٩﴾[16]

ترجمہ : اور چور مرد ہو یا چور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ ان کے کرتوتوں کے عوض میں اللہ کی طرف سے بطور عبرتناک سزا کے اللہ زبردست ہے، بڑا حکمت والا ہے۔ پھر جو شخص توبہ کرلے اپنے ظلم سے اور (اپنی) اصلاح کرلے، تو یقینا اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔

چوری کی سزا حدود میں داخل ہے جسے قاضی کی صوابدید پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ اس کا حکم متعین، قطعی اور صریح ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ قرآنی احکام میں خطاب عام طور پر مردوں کو ہوتا ہے اور عورتیں بھی اس میں شامل ہوتی ہیں لیکن یہ چونکہ حدود میں شامل ہے، جس میں ذرا سا بھی شبہ حد کو ساقط کر دیتا ہے، اس لیے عورتوں کے ضمنی خطاب پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ تصریح کے ساتھ ذکر فرمایا گیا ہے۔

3۔باپ کی زوجہ کو بیٹوں پر حرام قرار دینا:

قبل از اسلام کی برائیوں میں سے ایک برائی باپ کی وفات کے بعد اس کی ازواج میراث کی طرح بیٹوں میں تقسیم ہونے اور ان سے نکاح کرنے کی رائج تھی۔ حضرت عبد المطلب نے اس کی حرمت کا ضابطہ مقرر فرمایا جس کو اسلام میں بھی باقی رکھا گیا۔ اس رسم کی حرمت کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿٢٢﴾[17]

ترجمہ : "جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نکاح کر چکے ہوں۔ ان سے شادی (نکاح) نہ کرو۔ سوا اس کے جو پہلے ہو چکا۔ بے شک یہ کھلی بے حیائی اور (خدا کی) ناراضی کی بات ہے اور بہت برا طریقہ ہے۔"

---

[16] Al-Māʾidah, 38-39:5.

[17] Al-Nisā, 22:4

یہاں اگر نکاح سے عقد نکاح مراد لیں تو والد کی منکوحہ سے نکاح حرام ہوا اور اگر نکاح سے صحبت مراد لیں تو بھی نکاح ممنوع ہے اور خدا نے والدہ کے رشتے کی تکریم کے پیش نظر اسے حرام قرار دے دیا۔[18]

دراصل جاہلیت کی رسومات بد میں سے ایک رسم یہ تھی کہ جب کوئی شخص اس دنیا سے چلا جاتا تو اس کے بیٹے اپنے باپ کی بیوی سے شادی کر لیتے تھے۔ انصار میں سے ابو قیس ابن السلت نامی ایک شخص کی وفات ہوئی تو اس کے بیٹے نے اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ شادی کا ارادہ کیا۔ اس عورت نے کہا کہ میں پیغمبر اکرم ﷺ سے دریافت کرلوں۔ جب اس خاتون نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور باپ کی بیوی سے نکاح کو حرام قرار دیا گیا۔[19]

نصیحتیں:

حضرت عبد المطلب چونکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے تعلق رکھنے والی حنیفی نسبت کے حامل تھے۔ اس لیے ان سے معاشرت و آداب کے حوالے سے اسی ضمن میں کئی نصائح منقول ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1۔ آپ نے اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کو ناپسند قرار دیا۔ طبعی طور پر انسان اپنی اصلی اور سوتیلی ماں کے ساتھ نکاح کرنے کو برا سمجھتا ہے اور چونکہ اسلام بھی دین فطرت ہے اس لیے اسلام میں بھی حرام ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

"لا تنكحوا ما نكح آباؤكم"

ترجمہ: اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو

2۔ باپ کی بیوی ماں کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا اولاد کو بھی چاہیے کہ باپ کی بیوی کو ماں کے برابر قرار دیں۔

3۔ بیٹوں کو چاہیے کہ اپنے باپ کی ناموس کی حفاظت کریں۔

4۔ اولاد کو چاہیے کہ اپنے باپ کی بیوی کو اپنی ماں کی نگاہ سے دیکھیں۔

5۔ اسلام گذشتہ باتوں سے چشم پوشی کرتا ہے اس سے پہلے کی شادیوں سے درگذر کرتا ہے۔

6۔ اپنی اس بات کے لیے مختصر یا تفصیلی دلیل کو بیان کیا گیا ہے۔

7۔ سوتیلی ماں کے ساتھ نکاح سے رکنا تمام محارم کے ساتھ نکاح کا راستہ بند کرتا ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٢٣﴾[20]

---

[18] Ismāʿīl bin ʿUmar ibn e Kathīr, Tafsīr (Beirūt: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyah, 1998 AD), 214/2.

[19] Ismāʿīl bin ʿUmar ibn e Kathīr, Tafsīr, 214/2.

[20] Al-Nisā,23:4.

ترجمہ: تم پر حرام کر دی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور دودھ) کے رشتے (سے تمہاری بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی وہ بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں) جو اُن بیویوں سے ہوں (جن سے تم ہم بستری کر چکے ہو پھر اگر تم نے ان) بیویوں (سے ہم بستری نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں اور تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں اور دو بہنوں کو اکٹھا کرنا) حرام ہے۔ (البتہ جو پہلے گزر گیا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت کریمہ میں محارم عورتوں کے متعلق صراحت کی گئی تاکہ ان کی عزت واکرام کے حکم کے ساتھ ساتھ برائی کا راستہ روکا جاسکے۔

4۔ خمس کا نفاذ:

خمس یعنی غنائم کا پانچواں حصہ حضرت عبد المطلب نے فی سبیل اللہ ناداروں و بے کسوں کے لیے مختص فرمایا۔ قرآن مجید میں خمس کو درج ذیل مصارف میں خرچ کرنے کی تلقین کی گئی۔ ارشاد باری تعالی:

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللَّهِ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤١﴾[21]

ترجمہ: اور جان لو کہ جو چیز بھی تمہیں بطورِ غنیمت حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے، رسول کے لئے، (اور رسول کے) قرابتداروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے (یہ واجب ہے) اگر تم اللہ پر اور اس (غیبی نصرت) پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندۂ خاص پر حق و باطل کا فیصلہ کر دینے والے دن نازل کی تھی جس دن (مسلمانوں اور کافروں کی) دو جمعیتوں میں مڈ بھیڑ ہوئی تھی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مال غنیمت کی تقسیم کا یہ قاعدہ مقرر فرمایا گیا کہ اس کے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کے جائیں اور اس کے بعد پانچواں حصہ فی سبیل اللہ قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر فرداً فرداً یا چند ایک کو پورا، بلحاظ مال کے تقسیم کیا جائے گا۔ اور یہ کام بھی حضرت عبد المطلب کے مجوزہ کاموں میں سے ہے جسے شریعت محمدی میں باقی رکھا گیا۔

[21] Anfāl, 41:8.

5۔ایک سو اونٹ قتل کی دیت مقرر کرنا

6۔سات مرتبہ طواف کعبہ کی حد مقرر کرنا

7۔لڑکیوں کے زندہ در گور کرنے کو حرام قرار دینا

دیگر اخلاقی برائیوں کے ساتھ زمانہ جاہلیت میں عورت کا کوئی مقام نہ تھا۔ بیٹی کی پیدائش کو باعث عار سمجھا جاتا اور بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے کی رسم تھی۔ حضرت عبد المطلب کی کوششوں سے اس رسم کا خاتمے کی پیش رفت ہوئی۔ اسی حکم کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا اور قتلِ اولاد کی ممانعت کی گئی۔ نیز روز آخرت زندہ در گور ہونے والی بچی کے اپنے ورثا سے سوال کے ذریعے اس گناہ کی شدت بیان کی گئی۔ ارشاد ربانی ہے:

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ﴿٨﴾ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ ﴿٩﴾التکویر[22]

ترجمہ:"اور جب زندہ در گور لڑکی سے پوچھا جائے۔ کہ کس گناہ پر ماری گئی تھی۔"

آیت مبارکہ کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سوال زندہ در گور لڑکی سے ہی کیا جائے گا تا کہ وہ اپنی بے گناہی اور مظلوم ہونے کی پوری پوری فریاد رسی کرتے ہوئے بار گاہ رب العزت میں اس کے قاتلوں سے انتقام لینے کا مطالبہ کر سکے۔

8۔زنا کو حرام اور زانی پر حد جاری کرنا

زنا کے وبال کی وجہ سے اس برائی کو حرام قرار دے کر اس کی سزا بیان کی گئی نیز سزا کے نفاذ کے لیے تاکید کی گئی کہ سزا کے نفاذ میں کوئی نرمی نہ کی جائے۔ ارشاد خداوندی ہے:

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢﴾[23]

ترجمہ:"زناکار عورت اور زناکار مرد ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ۔ اور اللہ کے دین کے معاملہ میں تمہیں ان پر ترس نہ آئے۔ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور ان دونوں کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کی ایک جماعت کو موجود رہنا چاہیے۔"

ان آیات میں غیر محصن مرد و عورت کے حوالے سے زنا کی سزا کا بیان ہے۔ زنا اصلا تکریم انسانی کے خلاف ہے اس واسطے اس انسانیت سوز رویے پر سزا دیتے ہوئے احساس ترحم خود انسانیت کے خلاف ہے۔ اسی بنا پر خداوند فرماتے ہیں کہ اس معاملے میں ترس ہر گز آڑے نہ آنے پائے۔ اور اگلے حصے میں اس کے مزید احکام کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو اس برائی کے قریب بھی پھٹکنے سے منع کیا گیا۔ پس ارشاد ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ ۖ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴿٣٢﴾[24]

---

[22] Al-Takweer, 8-9:81

[23] Al- Nūr, 2:24.

[24] Al-Asrā', 32:17.

ترجمہ: "اور زناکاری کے قریب بھی نہ جاؤ یقیناوہ بہت بڑی بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔"

اور اس راستے کی برائی یہ ہے کہ یہ انسانیت سوزی، رحمتِ خداوندی سے دوری اور انسانوں میں بے راہ روی کا راستہ ہے۔

9۔ حرام مہینوں کے احترام اور تقدس کی پاسداری

قرآن مجید کی رو سے اللہ تعالی کے ہاں مہینوں کی تعداد بارہ ہے جس میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ اسلام کی آمد سے قبل بھی ان مہینوں میں جنگ کرنا شریعت ابراہیمی کی رو سے حرام تھا۔ ان مہینوں میں جنگ سے متعلق استفسار کے جواب میں ارشادِ ربانی ہے:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢١٧﴾ [25]

ترجمہ: "(مشرک) لوگ آپ سے حرمت والے مہینے میں جنگ کرنے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کہہ دیجیے اس میں جنگ کرنا بڑا جرم ہے (مگر) خدا کی راہ سے روکنا، اور اس کا انکار کرنا اور مسجد (کی حرمت) کا انکار کرنا (اور لوگوں کو اس سے روکنا) اور اس کے باشندوں کو وہاں سے نکالنا۔ خدا کے نزدیک اس (جنگ) سے بھی بڑا جرم ہے۔ اور فتنہ گری قتل سے بھی زیادہ سنگین گناہ ہے۔ اور وہ لوگ برابر تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو وہ تمہیں تمہارے دین سے ہی پلٹا دیں۔ (مگر یاد رکھو) کہ تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پھر کر کفر کی حالت میں مرے گا۔ تو یہ وہ بدنصیب لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں رائیگاں ہو جائیں گے۔ یہی لوگ دوزخی ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔"

اللہ مزید فرماتے ہیں:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٦﴾ [26]

ترجمہ: بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد نوشتہ خداوندی میں جب سے اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے بارہ ہے، جن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہی دینِ مستقیم ہے۔ پس ان میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو اور

[25] Al-Baqarah, 217:2.

[26] Al-Tawbah, 36:9.

تمام مشرکین سے اسی طرح جنگ کرو جس طرح کہ وہ تم سب سے کرتے ہیں اور جان لو کہ بے شک اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔

10۔ محارم سے نکاح کی حرمت

11۔ عہد اور نذر کو پورا کرنے کو واجب قرار دینا:

حضرت عبد المطلب کے طرز زندگی اور ایفائے عہد کے حوالے سے ان کی سنجیدگی اور ثابت قدمی بہت ہی شہرت کی حامل ہے۔ یہاں پر ایک اہم واقعہ جو پیغمبر اکرمؐ کے جد امجد جناب عبد المطلب کے نذر اور جناب عبد اللہ کے ذبح اور حدیث "انا ابن ذبیحین" ہے۔ جس کے ثبوت اور وقوع پذیر ہونے کی کیفیت کو زیر بحث لانا مقصود ہے۔ ہم یہاں اجمالی طور پر اس واقعے کو بیان کرتے ہیں۔

حدیث ذبیحتین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نقل ہوئی ہے، اہل سنت و اہل تشیع محدثین دونوں مکاتب فکر کی کتب میں درج ہے۔ مثلا: عیون الاخبار، خصال شیخ صدوق، تفسیر علی ابن ابراہیم اور تفسیر مفاتیح الغیب، فخر رازی وغیرہ۔ تفسیر طبری میں روایت ہے:

"ثني عبد الله بن سعيد، عن الصنابحي، قال :كنا عند معاوية بن أبي سفيان، فذكروا الذبيح إسماعيل أو إسحاق، فقال :على الخبير سقطتم، كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فجاءه رجل، فقال :يا رسول الله عد علي مما أفاء الله عليك يا ابن الذبيحين؛ فضحك عليه الصلاة والسلام؛ فقلنا له :يا أمير المؤمنين، وما الذبيحان؟ فقال" : إن عبد المطلب لما أمر بحفر زمزم، نذر لله لئن سهل عليه أمرها ليذبحن أحد ولده، قال :فخرج السهم على عبد الله، فمنعه أخواله، وقالوا :افد ابنك بمائة من الإبل، ففداه بمائة من الإبل، وإسماعيل الثاني" ۔ فقط والله اعلم

ترجمہ:

پہلے ذبیح سے مراد عام طور پر حضرت اسماعیلؑ لیے جاتے ہیں۔ جب کہ ذبیح دوم کے بارے میں کہا جاتا ہے اس سے مراد حضرت عبد اللہ ہیں جو پیغمبر اسلامؐ کے والد گرامی ہیں۔

حضرت عبد اللہ کے ذبح کے واقعے کو بہت سے محدثین، سیرت نگاروں اور مؤرخین نے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ اپنی کتابوں میں درج اور بیان کیا ہے۔

تاریخ ابن کثیر میں ابن اسحاق کے واسطے سے درج ہے کہ عبد المطلب سے زمزم کی کھدائی کے وقت جب قریش مزاحم ہوئے تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر ان کے دس بیٹے دفاع کے قابل ہو جائیں تو ان میں سے ایک کو راہ خدا میں کعبہ کے پاس ذبح کر دیں گے۔ جب ان کے دس بیٹے (1) حارث (2) زبیر (3) حجل (4) ضرار (5) مقوم (6) ابو لہب (7) عباس (8) حمزہ (9) ابو طالب (10) عبد اللہ دفاع کے قابل ہو گئے تو ان کو اکٹھے کر کے اپنی نذر سے آگاہ کیا اور نذر کی تکمیل کی تلقین کی۔ سب نے بیک آواز کہا کہ ہماری گردنیں آپ کی ایفائے نذر کے لیے حاضر ہیں۔ باپ نے انتخاب میں ترجیح سے ہٹ کر یہ راستہ اختیار کیا کہ اپنے بیٹوں سے کہا ہر ایک تیر پر اپنا نام تحریر کر کے میرے حوالے کر دے۔ چنانچہ سب نے سر تسلیم خم کر کے تیر باپ کے سپرد کر دیے۔ عبد المطلب وہ تیر لے کر کعبہ کے پجاری کے پاس قرعہ اندازی کے لیے اس کے پاس چلے آئے تا کہ اس امر متنازعہ میں تصفیہ کر سکے جیسا کہ عرب مشکلات میں کرتے تھے۔

وقت کی بات کہ قرعہ عبد اللہ کے نام نکلا جو اپنے بھائیوں میں کم سن مگر باپ کو سب بیٹوں سے زیادہ محبوب تھے۔ عبد المطلب، عبد اللہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اس قربان گاہ کی طرف لے گئے جو زمزم کے قریب اساف و نائلہ کے درمیان تھا جہاں عرب قربانی کے جانور ذبح کرتے۔ قریش کے کانوں میں بھی یہ بھنک پہنچی تھی۔اس لیے وہ پہلے ہی قربان گاہ پر جمع تھے۔ انہوں نے بڑی سختی کے ساتھ عبد المطلب کو اس کام سے روکا۔ لیکن عبد المطلب اس پر مطمئن نہ ہوئے اور کہا اگر اس کے سوا کوئی اور تدبیر ہو سکے تو میں اپنا ارادہ بدل سکتا ہوں۔ مغیرہ بن عبد اللہ مخزومی نے کہا اگر مالی فدیہ ہو سکے تو آپ کی بجائے ہم فراہم کر دیں گے۔ اس مشورے پر گفتگو ہوتے ہوتے بات یہاں تک آ پہنچی کہ یثرب کی مشہور کاہنہ (عرافہ) سے دریافت کیا جائے۔

12۔ برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کے طواف سے منع کرنا:

زمانہ جاہلیت میں عرب اگرچہ خانہ کعبہ کو محترم سمجھتے تھے مگر حج کے ایام و اوقات میں بہت سی رسومات بد کا اضافہ کر رکھا تھا۔ ان کا حج بیت اللہ میں برہنہ طواف کرنا اور سیٹیاں و تالیاں بجاتے ہوئے طواف کرنا تھا۔ قرآن میں اس کو اس طرح بیان کیا گیا:

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٥﴾[27]

ترجمہ: اور خانہ کعبہ کے پاس ان کی نماز نہیں تھی۔ مگر سیٹیاں اور تالیاں بجانا۔ سو اب عذاب کا مزہ چکھو۔ یہ تمہارے کفر کی پاداش ہے جو تم کیا کرتے تھے۔

یہ بات معلوم ہے کہ عبادات میں سب سے بڑھ کر قرب نماز کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور عبادت اپنے جوہر میں تواضع کا اظہار اور تضرع کا جسمانی مظہر ہے۔ اور ہر دو صفات نماز میں مکمل ظاہر ہوتی ہیں۔ جبکہ قریش اس تکریم و حترام کے اس تصور سے محروم تھے جو تواضع و تضرع سے وجود پاتا ہے۔ اس لیے شور و غل ان کے طور عبادت کا روپ بن گیا جس کا اظہار وہ بیت اللہ کے قرب میں انجام دیتے تھے۔

کفار خانہ کعبہ کے طواف کے دوران ان اعمال سیئہ کے ساتھ ساتھ لوگوں کو مساجد میں جانے سے روکتے اور ان کی ویرانی کو کشش کرتے تھے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

اِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾ وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿٢٦﴾ وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿٢٧﴾ لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ﴿٢٨﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ وَمَن

---

[27] Anfāl, 35:8.

يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ ۗ وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ ۖ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ﴿٣٠﴾[28]

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور (لوگوں) کو خدا کے راستے سے روکتے ہیں اور اس مسجد سے جسے ہم نے (بلا امتیاز) سب لوگوں کیلئے (عبادت گاہ) بنایا ہے جس میں وہاں کے رہنے والے اور باہر سے آنے والے برابر ہیں اور جو بھی اس میں ظلم و زیادتی کے ساتھ غلط روی کا ارادہ کرے تو ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے ابراہیم (ع) کیلئے خانہ کعبہ کی جگہ معین کر دی۔ (اور حکم دیا کہ) میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کیلئے پاک رکھنا۔ اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔ کہ لوگ (آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے) آپ کے پاس آئیں گے۔ پیادہ پا اور ہر لاغر سواری پر کہ وہ سواریاں دور دراز سے آئی ہوں گی۔ اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔ کہ لوگ (آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے) آپ کے پاس آئیں گے۔ پیادہ پا اور ہر لاغر سواری پر کہ وہ سواریاں دور دراز سے آئی ہوں گی۔ تاکہ وہ اپنے فائدوں کیلئے حاضر ہوں اور مقررہ (دنوں میں خدا کا نام لیں) ان چوپایوں پر (ذبح کے وقت) جو اللہ نے انہیں عنایت فرمائے۔ پس خود بھی ان سے کھاؤ اور حاجت مند فقیر کو بھی کھلاؤ۔ پھر لوگوں کو چاہیئے کہ اپنی میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور قدیم گھر (خانہ کعبہ) کا طواف کریں۔

مندرجہ بالا آیت میں کئی احکام جو معاشرت اور حقوق خداوندی کو شامل ہیں، کے ساتھ مساجد میں عبادت کی غرض سے حاضر ہونے والوں کو منع کرنا کفار کے مخصوص افعال کی تقلید ہے۔ دوران حج فسق و فجور اور جنگ و جدال کی ممانعت کے متعلق ارشاد ہے:

اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ ۚ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ ۗوَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ ۚ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٩٧﴾[29]

ترجمہ: حج کے چند خاص جانے پہچانے مقررہ مہینے ہیں۔ تو جو شخص ان (مہینوں) میں (اپنے اوپر) حج کی پابندی احرام باندھ کر فرض کر لے تو پھر حج کے دوران نہ (بیوی سے) مباشرت کرے۔ نہ (خدا کی) نافرمانی کرے اور نہ (کسی سے) لڑائی جھگڑا کرے اور تم جو کچھ نیکی کا کام کرو گے تو خدا اسے جانتا ہے اور (آخرت کے سفر کے لئے) زادِ راہ مہیا کرو (اور سمجھ لو) کہ بہترین زادِ راہ تقویٰ (پرہیز گاری) ہے۔ اور اے عقل مندو! مجھ سے (میری نافرمانی سے) ڈرو۔

یعنی حج ایک عبادت ہے اور عبادت یکسوئی کا تقاضا رکھتی ہے اس لیے حج کے مہینوں میں جنگ و جدال ناروا ہے۔

---

[28] Al-Ḥajj, 25-30:22.

[29] Al-Baqarah, 197:2.

نتائج تحقیق:

اس تحقیقی مطالعہ میں حضرت عبد المطلب کی ان کاوشوں کا جائزہ پیش کیا گیا جو ملت ابراہیمی کے احیاء کے لیے انہوں نے کیں۔ یہ مطالعہ اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ قبل از اسلام تاریخی اور دینی معاملات میں حضرت عبد المطلب کا اہم کردار رہا ہے اور شرک و جاہلیت کے زمانے میں ملت ابراہیمی کے احیاء کے لیے ان کی کوششیں نمایاں افادیت کی حامل تھیں۔

حضرت عبد المطلب ایک ایسے رہنما تھے جنہوں نے ملت ابراہیمی کے احیاء کے لیے بے پناہ کوششیں کیں۔ انہوں نے اپنے دور میں پھیلے ہوئے شرک و بدی کے خلاف آواز اٹھائی اور توحید کی تعلیمات کو عام کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے کعبہ کی تعمیر نو کر کے اسے ایک عبادت گاہ کے طور پر بحال کیا۔ حضرت عبد المطلب کی کاوشوں کے نتیجے میں ملت ابراہیمی میں ایک نئی روح پیدا ہوئی۔ اگرچہ ان کاوشوں سے معاشرے میں کوئی بڑی تبدیلی رونما نہیں ہوئی لیکن ان کی شخصیت بہر حال ملت ابراہیمی کی نمائندہ شخصیت تھی۔ حضرت عبد المطلب کی کاوشیں ملت ابراہیمی کے احیاء میں ایک اہم سنگ میل تھیں جب کہ منزل کا آغاز رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے ہوا۔